

## جامعہ خیر المدارس کی دینی و ملی خدمات

حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری

الحمد للہ وطن عزیز میں اس وقت قرآن و حدیث کی تعلیم کے بے شمار مراکز قائم ہیں جن میں کتاب و سنت کے ماہر اصحاب علم و فضل اور علوم شرعیہ اسلامیہ میں کامل دسترس رکھنے والے سینکڑوں فضلاء ہر سال فارغ التحصیل ہوتے ہیں۔ ان مدارس کا مقصد اولین تحفظ دین ہے اور یہ دین کے تحفظ کی ایک تحریک ہے جو تقریباً ڈیڑھ صدی سے جاری ہے، جب متحدہ ہندوستان میں تعلیمی کمیٹی کے صدر لارڈ میکالے نے مارچ ۱۸۳۵ء کو اپنے خطبہ صدارت میں یہ کہا: ”ہمیں ایک ایسی جماعت بنانی چاہیے جو ہم میں اور ہماری کروڑوں رعایا کے درمیان مترجم ہو یہ ایسی جماعت ہونی چاہیے جو خون اور رنگ کے اعتبار سے تو ہندوستانی ہو مگر مذاق و رائے اور الفاظ اور سمجھ کے اعتبار سے انگریز ہو۔“

تو چند روشن ضمیر اصحاب بصیرت نے ان الفاظ میں نہاں اسلام دشمنی اور استیصال دین کے ناپاک عزم کو محسوس کر لیا کہ انگریز سلطنت چھیننے کے بعد اب سب سے بڑا کاری حملہ اسلامی نظام تعلیم پر کرنا چاہتا ہے تاکہ قرآن و سنت اور علوم اسلامیہ پر مشتمل نصاب تعلیم سے جو اخلاق فاضلہ، اولوالعزمی، بلند کرداری اور اخلاقی تعمیر ہوتی ہے اور اس سے حسن سیرت، ذہانت و عمل، ایثار و خدمت، دینی اخوت، مذہبی لگاؤ، جذبہ و استقامت، حب دین اور علمی ترقی کے جو چشمے پھوٹتے ہیں انہیں خشک کیا جائے و گرنہ ایک وقت میں یہی چشمے سیلاب کی شکل اختیار کر کے سلطنت برطانیہ کو غرق کر دیں گے۔ اس کے بعد جو نصاب تعلیم سامنے آیا اس میں بلی اور کتے کی کہانیاں اور تصویریں تو تھیں لیکن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، طارق بن زیاد، صلاح الدین ایوبی، سلطان اتمش، سلطان فیروز تغلق، سلطان سکندر لودھی، سلطان اورنگزیب عالمگیر اور سلطان ٹیپو شہید جیسے قابل فخر فرزند ان اسلام کے تصور اور خاک کے معصوم ذہنوں سے منادیے گئے۔

انگریز نے صرف نظام تعلیم ہی نہیں بدلا بلکہ مسلمانوں پر ملازمت کے دروازے بند کر کے عیسائیت قبول کرنے والوں پر سرکاری ملازمت کے دروازے کھول دیے۔ عیسائی پادریوں کو ان کے مذہب کی اشاعت و تبلیغ کے لیے ہمہ قسم کی مراعات دیں۔ ملک کے معززین اور سرکاری ملازمین کو عیسائیت کی دعوت دینے کے لیے باقاعدہ سرکلر جاری کیے گئے اور اس تبلیغ کو زیادہ مؤثر اور کامیاب بنانے کے لیے ایک قانون بنایا گیا کہ عیسائیت اختیار کرنے والا وراثت سے محروم نہ ہوگا جب کہ شرعاً مرتد اس کا حق دار نہیں، غلبہ کفر کے لیے ان مذہب مسماعی کا اگر کوئی خاطر خواہ اور مؤثر مقابلہ نہ کیا جاتا تو عیسائیت کے اس بڑھتے ہوئے تسلط میں مسلمانوں کا حال نہایت ہی ناگوار ہوتا۔

ایمان کو بچانے کے لیے میدان عمل میں آئے اور انھوں نے دارورسن کی پرواہ کیے بغیر تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کا بیڑا اٹھایا، ملک تو ہاتھ سے نکل چکا تھا دین بھی جا رہا تھا اگر یہ حضرات حق کی حمایت، ملت اسلامیہ کی سر بلندی اور شریعت مطہرہ کے تحفظ کے لیے سربکف میدان میں نہ آتے۔ انھوں نے اپنی جان و مال، عزت و آبرو اور وجاہت و راحت کی پروا نہ کرتے ہوئے پادریوں سے مناظرے کیے اور انہیں شکست فاش دے کر مسلمانوں کو بے دین ہونے سے بچایا۔ اس سلسلے میں فاتح عیسائیت حضرت مولانا علامہ رحمت اللہ کیرانوی رحمہ اللہ اور حضرت علامہ آل حسن رحمہ اللہ، حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ کے پادریوں کے ساتھ مناظرے معروف و محفوظ ہیں۔ جس مسلمان کے دل میں متاع ایمان کی کچھ قدر و قیمت ہے وہ علماء کرام کے اس احسان کو فراموش نہیں کر سکتا۔ تاہم مدافعت دین کا یہ انتظام عارضی تھا اس کو مستقل شکل دینے کے لیے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے اپنے معاصر علماء اور اصحاب بصیرت کے مشورہ سے ۳۰ مئی ۱۸۶۶ء کو انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں چھتہ کی تاریخی مسجد کے کھلے صحن میں ”دارالعلوم دیوبند“ کی بنیاد رکھی اور یوں تو کلا علی اللہ تعلیم و تبلیغ دین کا نبوی نظام پھر سے قائم کر دیا۔ یہ درس گاہ اگرچہ ظاہری اسباب و وسائل سے محروم تھی لیکن اس کی بنیاد کچھ ایسے خلوص و ولہیت پر قائم تھی کہ دیکھتے ہی دیکھتے زمین کے فرش اور آسمان کی چھت والا یہ مدرسہ آسمان شہرت کی بلندیوں کو چھوئے لگا اور اس سے فارغ التحصیل ہونے والے حضرات مہر و ماہ کی طرح چمکنے لگے۔ انہی میں حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تھے۔ جامعہ خیر المدارس بھی دارالعلوم دیوبند کی نظر فیض کا شمر ہے جس کا سنگ بنیاد دارالعلوم کے مایہ ناز فرزند حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ایماء اور مشورہ پر رکھا گیا اور اسے انہی کا تجویز فرمودہ نام دیا گیا۔

اہم اغراض و مقاصد: (۱) مسلمانوں میں علوم دینیہ یعنی قرآن و حدیث، عقائد اہل سنت والجماعت، فقہ حنفی اور متعلقہ علوم کی ترویج اشاعت کرنا (۲) قرآن، حدیث، عقائد، فقہ کی ایسی مکمل اور محققانہ تعلیم کا انتظام جس میں ضروریات دین اور عصری تقاضوں کا خاطر خواہ لحاظ ہو اور جس سے تحقیقی بصیرت رکھنے والے شریعت کے ماہرین پیدا ہو سکیں۔ (۳) علوم دینیہ کی عمومی تکمیل کے ساتھ ساتھ خصوصی شعبوں میں ایسے مخلصین تیار کرنا جو علوم دین کے اہم شعبوں میں مہارت تامہ حاصل کر کے کسی خاص گوشہ میں امتیازی خدمات مثلاً قضاء، افتاء، تبلیغ و مناظرہ، تحریر و تقریر اور تصنیف کا کام انجام دینے کے اہل بن سکیں۔

شعبہ ہائے خیر المدارس: شعبہ درس نظامی، شعبہ حفظ و تجوید اور قرأت، شعبہ دارالافتاء، کتب خانہ، شعبہ تعلیم النساء، درجہ حفظ قرآن پاک، اردو، دینیات، ناظرہ، درجہ عربی، فارسی، بشر و اشاعت، شعبہ تصنیف و تالیف۔

دینی خدمات عالمی سطح پر: جامعہ خیر المدارس نے اپنے بانی کی جدوجہد، اخلاص، حسن تدبیر اور حسن سلیقہ کی بدولت پاکستان ہی نہیں عالمی سطح پر بھی معروف مقام حاصل کیا ہے۔ اس وقت بیرونی ممالک، ایران، افغانستان، برما،

ہنگلہ دیش، سری لنکا اور بھارت وغیرہ سے تشنگانِ علوم اپنی پچاس بجھانے کے لیے یہاں آتے ہیں اور پھر اپنے ممالک اور دیگر اسلامی ممالک کو اس چشمہٴ صافی کے علوم و فنون سے سیراب کرتے ہیں۔ اس وقت بھی برما، ہندوستان، ہنگلہ دیش اور برطانیہ کے علاوہ حرمین شریفین میں جامعہ کے فضلاء اور قراء خدمتِ دین انجام دے رہے ہیں۔

سیاسی خدمات: بانی جامعہ حضرت مولانا خیر محمد قدس سرہ اگرچہ جامعہ میں کسی قسم کی سیاسی تحریکات کو پسند نہ فرماتے تھے لیکن حدود کی رعایت کے ساتھ ساتھ اس کام کو بھی دین کی خدمت تصور فرماتے تھے اور اگر کوئی شخص دونوں کی رعایت کر سکتا ہو تو اس کے لیے سیاست کو شجرہٴ ممنوعہ گردانتے تھے۔ خود آپ رحمہ اللہ نے بھی ضرورت کے وقت عملی سیاست میں حصہ لے کر گراں قدر خدمات انجام دیں۔ حضرت والا رحمہ اللہ کی سیاسی خدمات کے بارے میں منشی عبدالرحمن خاں رقم طراز ہیں ۱۹۲۳ء سے ۱۹۳۶ء تک کا زمانہ مسلمانوں کے سخت ذہنی خلفشار کا دور تھا۔ مسلمانوں کی نہ تو کوئی منظم سیاسی جماعت تھی جسے مسلمانوں کی غالب اکثریت کا پورا اعتماد حاصل ہو اور نہ کوئی واضح اور معین سیاسی نصب العین سامنے تھا۔ دوسری طرف گاندھی جی سوراج وغیرہ جیسے مبہم الفاظ میں مطالبات مرتب کر کے مکمل آزادی کے مطالبہ کی تجویز کو ناکام کر دینا چاہتے تھے۔ ہندوؤں کا مقصد انگریزوں کو مستقبل قریب سے نکالنا نہیں تھا بلکہ ان کو سنگینوں کے سائے میں مسلمانوں کو تباہی و بربادی اور مضلل کر کے ان کے قومی وجود کو فنا کرنا تھا۔ اسی اثنا میں محمد علی جناح نے واپس ہندوستان آ کر مسلم لیگ کی تنظیم نو کا آغاز کر دیا تھا۔ اس زمانہ میں جب کہ جمعیت علماء ہند مسلم لیگ کی ہمنوا تھی، حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اور مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ نے اس رائے سے اختلاف کیا اس طرح علماء دیوبند میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ اور ان کے معتقدین و متوسلین جو ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں لاکھوں کی تعداد میں پھیلے ہوئے تھے کانگریس کی پالیسی کے علی الاعلان مخالف اور مسلم لیگ کے مؤید ہو گئے۔ ۱۹۲۰ء میں جب مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے مسلمانوں کی ایک علاحدہ حکومت کا تصور ایک باضابطہ قرارداد کی شکل میں سامنے آیا تو مسلمانوں نے محسوس کیا کہ ان کی ساری آرزوئیں اور تمنائیں اس قرارداد میں سمٹ کر آ گئی ہیں۔ چنانچہ اکتوبر ۱۹۳۵ء کو کلکتہ میں جمعیت علمائے اسلام قائم ہوئی۔ ۲۶، ۲۷ اکتوبر ۱۹۳۵ء کو محمد علی پارک کلکتہ میں علماء کانفرنس منعقد ہوئی جس میں برصغیر کے مختلف صوبوں سے پانچ سو سے زائد علماء اور مشائخ نے شرکت کی۔ حضرت مولانا محمد خیر جالندھری نے ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت میں بھی اہم خدمات سرانجام دیں۔ دنیا میں ہزاروں ایسی شخصیات پیدا ہوئیں جنہوں نے دین کی روشنی پھیلانا انسانیت کو چار چاند لگائے اور آنے والی نسلوں کے لیے ایسے زریں نقوش چھوڑ گئے جن کی روشنی میں جادہٴ مستقیم نظر آتا ہے جو خیر کا مبلغ ہوتے ہیں جن کی زندگیاں اصلاح اخلاق اور وقف انسانیت ہوتی ہیں اور جو اپنی سیرت کی روشنی میں طالبانِ حق کو درس عمل دیتے ہیں۔ مولانا خیر محمد رحمہ اللہ کا شمار بھی ایسے نفوسِ قدسیہ میں ہوتا تھا جن کی تعلیمات کو آج بھی جامعہ خیر المدارس پھیلا رہا ہے اور جو ان کا ایک صدقہ جاریہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس ادارے کو مزید ترقیاں عطا فرمائے۔ ☆☆☆